14

انسانیت کا بقا ذکر اللہ سے ہے

(فرمودہ ۲۷ر اپریل ۱۹۲۳ء)

سورۂ فاتحہ اور آیت شریفہ **الذین اٰمنوا وتطمئن قلوبہم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب-الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت طوبیٰ لھم وحسن مآب** (الرعد۲۹) کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ-

انسانی زندگی کئی پہلوؤں پر مشتمل ہے- جس طرح انسان کی ذہانت کئی پہلوؤں پر مشتمل ہوتی ہے- اسی طرح اس پر فتویٰ بھی مختلف ہوتے ہیں- اس لئے کسی چیز پر ایک پہلو کے لحاظ سے فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا- جو لوگ کسی چیز پر غور کرتے ہوئے مختلف حالتوں کو مدنظر نہیں رکھتے- وہ خود ٹھوکر کھاتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی ٹھوکر کا موجب ہوتے ہیں- ایک نبی کی کئی حیثیتیں ہوتی ہیں- نبی ہونے کے لحاظ سے وہ لوگوں کی طرف خدا کا پیغامبر ہے- اس لئے وہ لوگوں کا حاکم اور بادشاہ ہے لیکن وہ کسی ماں باپ کا بیٹا بھی ہے- اس نسبت سے ان کی اطاعت اور خدمت اس پر فرض ہے- پھر وہ کسی عورت یا بعض کا خاوند ہوتا ہے- اس لئے اس کا تعلق محب اور محبوب کا ہوتا ہے- باوجود نبی ہونے کے اسے بیویوں کے ناز اٹھانے پڑتے ہیں اور ان کی دلجوئی کرنی پڑتی ہے- پھر وہ کسی اولاد کا باپ ہوتا ہے- اس لئے اس کو پیار سے اپنے بچوں کو اٹھانا بھی پڑتا ہے- ان کے کام بھی کرنے پڑتے ہیں- اس بارے میں وہ دوسرے لوگوں کی طرح اپنے بچوں کا خادم ہوتا ہے- پھر وہ بعض لوگوں کا دوست ہوتا ہے- اس تعلق سے اس کو دوستانہ تعلقات نبھانے پڑتے ہیں- اگر دنیاوی مشکلات ہوں تو اس کو قرض بھی لینا پڑتا ہے اور اس قرض خواہ کے مطالبات برداشت کرنے پڑتے ہیں-

غرض نبی کی بھی کئی حیثیتیں ہیں- اگر کوئی ان مختلف حیثیتوں کو مدنظر نہیں رکھے گا- تو دھوکہ کھائے گا- مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ جس کوزے سے حضرت عائشہ صدیقہؓ پانی پیتی تھیں- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ منہ لگا کر پانی پیتے تھے- اگر کوئی شخص اس واقعہ کو دیکھ کر یہ

کہے کہ آنحضرتؐ میں نعوذ باللہ کیا برکت ہوگی کیونکہ آپ تو عائشہؓ سے برکت ڈھونڈتے تھے۔ تو یہ اس کی نادانی ہوگی۔ کیونکہ آپ کا اس جگہ منہ لگا کر پانی پینا بحیثیت نبی کے نہ تھا بلکہ خاوند کے تھا۔ پس اس طرح آپ نے نمونہ قائم کر دیا کہ اپنی بیویوں سے حسن سلوک اور انکی دلجوئی اور خاطر داری یوں کی جاتی ہے۔ اسی طرح آپ بعض بچوں کے باپ تھے۔ لڑکے تو آپ کے بچپن کی حالت میں فوت ہو گئے تھے۔ لڑکیاں تھیں۔ ان لڑکیوں کے لڑکے آپ کے نواسے تھے۔ وہ آپ کی کمر پر چڑھ جاتے تھے اور آپ ان کو اٹھاتے تھے۔ کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ ان بچوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کر دی کہ آپ نماز پڑھتے تھے اور وہ آپ کی کمر پر چڑھ گئے۔ا۔ اور انہوں نے آپ کو گھوڑا بنایا۔ پس یہ حالت نبوت کے لحاظ سے نہیں ہے۔ یہ حیثیت آپ کی محمدؐ نبی کی نہیں تھی۔ محمدؐ نانا کی تھی۔ کیونکہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما آپ کے نواسے تھے۔ پس آپ ان کا نانا ہونے کی حیثیت سے ان کے ناز اٹھاتے تھے کیونکہ ماں باپ کی طرح نانا نانی بھی اپنے نواسوں کے ناز اٹھایا کرتے ہیں۔ پھر آپ کے والدین تو زندہ نہ تھے مگر ایسے رشتہ دار تھے جو آپ کے لئے قابل عزت تھے۔ چنانچہ آپ ان کا لحاظ کرتے تھے۔ جہاں آپ کی حیثیت نبوت اور رسالت تقاضا کرتی تھی کہ آپ ہر ایک شخص سے عدل و انصاف کا سلوک کریں وہاں آپ ان تعلقات کو بھی فراموش نہ کرتے تھے۔ جنگ بدر میں حضرت عباسؓ مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہو گئے تھے۔ عمر کے لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس میں چنداں فرق نہ تھا۔ حضرت عباسؓ چند مہینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔ اور حضرت عباس کی بھی یہ کیفیت تھی کہ جب بڑائی چھوٹائی کا ذکر کرتے تو یوں کرتے کہ بڑے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ مگر پیدا پہلے میں ہوا تھا۔ غرض بلحاظ چچا ہونے کے حضرت عباس کی حیثیت باپ کی تھی۔ جب آپ قید ہو کر آئے تو دوسرے قیدیوں کے ساتھ زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے تھے۔ ایسی سختی سے جکڑے ہوئے تھے کہ وہ حرکت نہ کر سکتے تھے۔ اس سے ان کو تکلیف ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی تکلیف برداشت نہ ہو سکتی تھی۔ آپ بے چینی سے کروٹیں بدل رہے تھے۔ ایک صحابی نے یہ حالت دیکھی۔ اور عرض کیا کہ عباس کے بند ڈھیلے کر دوں۔ فرمایا جو سب قیدیوں سے سلوک ہے اس سے وہ ممتاز نہیں کئے جا سکتے۔ آخر صحابہ نے سب قیدیوں کے بند ڈھیلے کئے۔۲۔ جس سے انہوں نے آرام کیا اور آپ بھی آرام فرما سکے۔ آپ نے عدل و انصاف میں فرق نہ آنے دیا۔ گو حضرت عباس کافر نہ تھے دل سے مسلمان تھے۔ مگر چونکہ کفار کی طرف سے آئے تھے اس لئے آپ کے ساتھ سلوک کفار جیسا ہی آپ نے کیا۔ بحیثیت بھتیجے کے آپ کو حضرت عباس کی تکلیف سے تکلیف تھی۔ مگر بحیثیت مسلمانوں کے حاکم اور بادشاہ کے آپ نے حضرت عباس سے کوئی علیحٰ

سلوک نہیں کیا۔ سوائے اس کے جو سب سے کیا گیا۔

تو ایک بات کو دیکھ کر فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ رسول کریم حضرت عباس کا ادب کرتے تھے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ آپ سے حضرت عباس کا رتبہ بڑا تھا۔ ایک حیثیت پر دوسری کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ رسول کھاتا پیتا بھی ہے اگر صحت کمزور ہو تو نبی کو زیادہ پیاس بھی لگ سکتی ہے۔ بھوک بھی زیادہ لگ سکتی ہے۔ نبی کی جسمانی کمزوری کی حالت میں ایک غیر نبی تنومند میں زیادہ قوت برداشت ہو سکتی ہے لیکن ان باتوں سے اس کی نبوت کی شان پر حرف نہیں آسکتا۔ بشر ہونے کے لئے بشری حالتیں ہوتی ہیں اور نبوت کی حیثیت میں نبوت کی۔ پس نبی جو باتیں بشری تقاضا سے کرتا ہے وہ اس کی ہتک نہیں اور وہ باتیں اور ہونگی۔ اور وہ باتیں اور ہونگی جو نبی ہونے کی حیثیت سے کرے گا۔

غرض حیثیتیں مختلف ہوتی ہیں۔ جس طرح نبیوں ولیوں کی حیثیتیں مختلف ہوتی ہیں۔ اسی طرح انسان ہونے کی حیثیت سے بھی مختلف حیثیتیں ہوتی ہیں۔ کئی لوگ کئی حیثیتوں سے بڑے چھوٹے ہوتے ہیں۔ انسان نباتات سے بھی ایک نسبت رکھتا ہے۔ اگر نباتات سے نسبت نہ رکھتا تو سبزیاں اور ترکاریاں پسند نہ کرتا۔ کیونکہ جنس جنس سے پرورش پاتی ہے۔ پھر حیوانات سے بھی مشابہت ہوتی ہے۔ اور حیوانی غذائیں کھاتا ہے اور حیوانات سے اس کو اشتراک مثلاً یہ ہے مخصوص آلات کے ذریعہ سانس لیتا ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی چیزیں مشترک پائی جاتی ہیں اس کو کام کے بعد آرام کرنا پڑے گا۔ نسل کے بقا کے لئے مخصوص طریق سے مادہ سے تعلق رکھنا پڑے گا۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو اس کی نسل قائم نہیں رہ سکتی۔ غرض اس میں نباتی اجزا بھی ہیں۔ اور حیوانی بھی۔ پھر اس کے اندر روحانی قویٰ بھی ہیں۔ یہ خدا میں ہو جاتا ہے اور خدا اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ خدا میں اور خدا اس میں نہاں ہو جاتا ہے۔ دنیا اس کو عقل سے خدا سمجھنے لگتی ہے۔ حالانکہ یہ انسان ہوتا ہے۔ انسان کی ان تمام مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے اس کی مختلف غذائیں ہوتی ہیں۔ بلحاظ اس کے نباتی مادے کے اس کی غذا نباتاتی اشیاء ہوتی ہیں۔ بلحاظ حیوانی حصہ کے اس کی غذائیں حیوانی اجزاء سے مرکب ہوتی ہیں۔ اگر یہ ان غذاؤں کو نہ کھائے تو اس کے جسم کی تکمیل اور پرورش نہیں ہو سکتی اور بحیثیت انسان کے اس کی غذا یہ نباتات ہو سکتی ہے نہ گوشت بلکہ اس وقت اس کی غذا ذکر اللہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان کو سبزیاں کھاتے اور گوشت کھاتے ہوئے دیکھتا ہے تو ان کی انسانیت میں فرق نہیں۔ لوگ ان کی جس چیز کو دیکھتے ہیں وہ ان کے نباتاتی اور حیوانی حصوں سے تعلق رکھنے والی ہوتی ہیں۔

انسانیت کے بقاء اور استحکام کے لئے ذکر اللہ غذا ہے اور نہایت ضروری۔ روٹی سے انسانیت

زندہ نہیں رہتی۔ چاولوں اور ترکاریوں سے حیوانیت کا بقاء ہے۔ انسانیت کا بقاء خدا کے ذکر میں ہے۔ حضرت عیسیٰ کا قول ہے کہ انسان روٹی سے نہیں خدا کے کلام سے زندہ رہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان گوشت کھاتا ہے تو اس کی حیوانیت زندہ رہتی ہے۔ اگر وہ ذکر اللہ نہیں کرتا تو وہ حیوان ہو گا۔ انسان نہ ہو گا۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ **الذین آمنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔** وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ان کو اطمینان ہوتا ہے۔ ان میں زندگی انسانی ہوتی ہے اور انکی انسانیت یا روحانیت کے بقاء کے لئے ذکر اللہ کی روٹی ہوتی ہے۔ انسانیت اسی کی زندہ ہے جو اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ ذکر اللہ سے کیا ہوتا ہے؟ فرمایا خبردار ہو کر سن لو۔ قلوب کا اطمینان ذکر اللہ سے ہوتا ہے۔ جو مومن ہیں اور جن کے قلوب اللہ کے ذکر سے زندہ ہیں۔ ان کے لئے فرمایا۔ **طوبیٰ لھم** کوئی عقلمند بھلا مردے کے لئے کچھ کرتا ہے۔ سب زندوں کے لئے ہی کیا کرتے ہیں۔ پس چونکہ وہ زندہ ہیں۔ ان کے لئے بشارت ہو۔ وہ زندہ ہیں اور زندہ کئے گئے ہیں۔ **وحسن مآب** ان کے لئے اعلیٰ مقام ہے جس کی طرف جائیں گے۔ جو روحانی مُردے ہیں ان کو دفن کر دیا جاتا ہے۔ اور جو روحانی زندہ ہیں ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ دیتا ہے۔

یہ آیت رمضان سے خاص تعلق رکھتی ہے ہم خدا کے لئے کھانا چھوڑتے ہیں۔ اس سے ہمارا جسم مضمحل ہو جاتا ہے۔ کوئی ہے جو کہے کہ روزہ رکھنے سے انسانیت مرجاتی ہے۔ نہیں بلکہ انسانیت زندہ ہو جاتی ہے۔ ہاں جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ جب ہم کھانا چھوڑتے ہیں۔ جسم کمزور ہوتا ہے۔ لیکن ہماری روحانیت میں کمی نہیں آتی بلکہ ترقی ہوتی ہے۔ جب افطار کرتے ہیں تو اس سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ بھوک اور پیاس کے بموجب پانی پیتے ہیں تو ناخنوں تک تری پھیل جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز جس چیز سے تعلق رکھتی ہے اس کے ملنے سے اس کو نفع پہنچتا ہے۔ پس جسم میں تراوت آتی ہے جب غذا حیوانی ملتی ہے۔ اور روحانیت میں ترقی ہوتی ہے جب ذکر اللہ کیا جاتا ہے۔ اگر جسم کو غذا نہ دیں تو جسم مرجائے گا۔ اگر انسانیت کی زندگی درکار ہے تو ذکر اللہ کی غذا دینی چاہیئے۔ پس رمضان کی افطاری سے سبق ملتا ہے۔ مبارک ہیں وہ جو اس سے سبق لیتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جن کو اس سبق لینے کی توفیق ملتی ہے اور وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں ان حکمتوں کے سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق دے آمین۔

(جب دوسرے خطبے کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا) میں نے پچھلے جمعہ کہا تھا کہ آجکل ہماری جماعت کو ایک جہاد درپیش ہے۔ چاروں طرف سے اسلام پر حملے ہو رہے ہیں۔ روحانیت کی تازگی کا ثبوت قبولیت دعا ہے۔ اس لئے اس جہاد کے لئے دعا کرنی چاہیئے ان کے لئے جو کام پر گئے ہوئے

ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے سچے رستے بتائے۔ اور وہ نکتے اور معرفت بتائیں اور سکھائیں جو دلوں پر اثر کریں۔ ان کی مخالفت اور دشمنی کرنے والوں کو ہدایت ہو۔ آج مختلف مقامات سے جو خبریں آئی ہیں وہ اپنے اندر بشارتیں لائی ہیں۔ دعا کریں کہ کارکنوں کو خلوص کی توفیق دے اور ان کا نمونہ ہدایت کا موجب ہو۔

(پھر فرمایا) میں نے کہا تھا کہ میں عام طور پر جنازہ غائب نہیں پڑھا کروں گا۔ مگر آج جس دوست کی وفات کی خبر پہنچی ہے۔ ان کا نام شیخ عزیز الدین صاحب ہے جو دہرم کوٹ کے رہنے والے تھے۔ یہ بہت پرانے مخلص تھے اور براہین احمدیہ سے پہلے کے حضرت صاحب کے ملنے والے تھے۔ ان کا رتبہ سابقون الاولون کا ہے۔ میں ان کا جمعہ کے بعد جنازہ پڑھوں گا۔ احباب ان کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ علّیین میں جگہ دے۔ آمین۔

(الفضل ۷ ر مئی ۱۹۲۳ء)

۱۔ تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۱۴۴ حالات حسین بن علیؓ

۲۔ زرقانی جلد ۳ ص ۲۷۹، ۲۸۰ حالات حضرت عباس بن عبدالمطلب

۳۔ متی باب ۱۲: ۳۳